کیا صحیحین کی صحت پر اجماع ہے؟

حافظ محمد زبیر☆

یہ زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے' آئے دن کسی نہ کسی نئے فتنے کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ اس دنیا کو دارِ آزمائش بنایا ہے اس لیے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ دنیا سے شر ختم ہو جائے۔ اگر ایک برائی اپنے انجام کو پہنچے گی تو اس کی جگہ دوسری برائی لے لے گی۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ کسی بھی باطل یا شر کو دوام نہیں بخشتا۔ دوام' ہمیشگی' تسلسل اور بالآخر غلبہ' چاہے وہ دلیل کی بنیاد پر ہو یا قوت کی بنیاد پر' صرف حق ہی کے لیے ہے۔ اُمت مسلمہ کی تاریخ میں اہلِ سنت کے بالمقابل ہر دَور میں فرقِ باطلہ اپنے گمراہ کن نظریات پھیلاتے رہے' لیکن ہر گروہ یا تو اپنی طبعی عمر گزارنے کے بعد مر گیا اور اس کا نام صرف کتابوں میں باقی رہ گیا' جیسا کہ خوارج و معتزلہ وغیرہ ہیں' یا وہ دلیل و برہان کے میدان میں اہل سنت سے مغلوب ہو گیا اور اس کی نشوونما رک گئی' جیسا کہ یہود و نصاریٰ ہیں' یا اُمت مسلمہ نے اسے اپنے وجود سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا' جیسا کہ قادیانی ہیں۔

عصر حاضر کی آزمائشوں میں سے ایک بڑی آزمائش وہ تجدد پسند علماء ہیں جو ائمہ سلف کے بالمقابل علومِ اسلامیہ میں ان جیسا 'رسوخ فی العلم' نہیں رکھتے لیکن اس کے باوجود سلف صالحین کی تحقیق پر اپنی جہالت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان علماء میں بعض وہ بھی ہیں جو براہِ راست تو احادیث کا انکار نہیں کرتے لیکن جو احادیث بھی ان کو اپنی عقل و فکر سے متعارض نظر آئیں' ان کی تضعیف کے لیے نئے نئے اصول وضع کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ بعض معاصر علماء نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بعض ان احادیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیا جن کے بارے میں سلف کا اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ان ناقدین میں سرسید احمد خان' علامہ تمنا عمادی' علامہ عنایت اللہ مشرقی' مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی' مولانا حبیب اللہ ڈیروی'

☆ شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی‘ جاوید احمد غامدی‘ شبیر از ہر میرٹھی وغیرہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عصر حاضر کے بعض وہ مصلحین اور اسلامی تحریکوں کے بڑے بڑے زعماء بھی‘ جن کی دعوتی‘ تبلیغی اور اصلاحی خدمات اُمت مسلمہ پر ایک عظیم احسان ہیں‘ اس فتنے سے کسی نہ کسی طرح متاثر ہوئے‘ مثلاً سید جمال الدین افغانی‘ مفتی محمد عبدہٗ‘ علامہ اسد‘ مولانا ابوالکلام آزاد‘ علامہ اقبال‘ مولانا عبیداللہ سندھی‘ مولانا مودودی‘ مولانا حمید الدین فراہی وغیرہم۔ اب تو بخاری ومسلم کی احادیث کی تضعیف کا یہ فتنہ اس حد تک آگے بڑھ گیا ہے کہ ہر دوسرا شخص جو عربی زبان کے دو چار الفاظ پڑھ لیتا ہے‘ بخاری ومسلم کی احادیث کے بارے میں رائے دینے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بعض روایات پر خود ائمہ سلف میں سے بعض اہل علم نے نقد کی ہے‘ اس لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کا ایک ایک شوشہ بھی قطعی طور پر صحیح ہے اور اس کی صحت پر اجماع ہے‘ ایک غلط عقیدہ ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ فکر بھی صحیح نہیں ہے کہ صحیحین میں ضعیف روایات بھی ہیں۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر ائمہ سلف کی نقد اور ان ہی میں سے بعض کی طرف سے اس کے جوابات آنے کے بعد ان کتابوں کی قدر و قیمت اور منزلت بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ نقد اس درجے کی نہیں ہے کہ اس سے صحیحین کی کسی روایت کا ضعف ثابت ہوتا ہے‘ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس نقد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیحین کی ایسی منتقد روایات صحت کے اس درجے کو نہیں پہنچتیں جس کا امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی صحیح احادیث کو دوسری کتب احادیث کی صحیح احادیث پر کئی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے‘ اس لیے ان کی تمام احادیث ’الخبر المحتف بالقرائن‘ کی قبیل سے ہیں کہ جس کا درجہ عام خبر واحد سے بڑھ کر ہے۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

> والخبر المحتف بالقرائن أنواع : منها ما أخرجه الشيخان في صحيحيهما مما لم يبلغ حد المتواتر فانه احتف به قرائن منها: جلالتهما في هذا الشان ۔ وتقديمهما في تمييز الصحيح على غيرهما۔ وتلقى العلماء لكتابيهما بالقبول(۱)

’’الخبر المحتف بالقرائن کی کئی اقسام ہیں: ان میں ایک وہ ہے جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہو اور وہ تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو۔ ایسی خبر واحد کے

ساتھ بہت سے قرائن ملے ہوتے ہیں جن میں سے ایک فن حدیث میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کا عظیم المرتبت ہونا ہے' دوسرا ان حضرات کو صحیح احادیث کو ضعیف سے الگ کر کے بیان کرنے میں باقی ائمہ پر فوقیت حاصل ہے' تیسرا ان کی کتب کو علماء کی طرف سے 'تلقی بالقبول' حاصل ہے۔''

کیا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام روایات صحیح ہیں؟

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں کا اپنی صحیحین کے بارے میں دعویٰ یہ ہے کہ ان کی صحیحین میں موجود تمام روایات صحیح حدیث کے درجے کو پہنچتی ہیں۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما ادخلت فی هذا الکتاب الا ما صح (۲)

''میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح روایات ہی کو بیان کیا ہے''۔

ایک اور جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما ادخلت فی الصحیح حدیثا الا بعد ان استخرت اللّٰه تعالٰی و تیقنت صحته (۳)

''میں نے اپنی 'صحیح' میں کوئی حدیث اس وقت تک نہیں لکھی جب تک میں نے اللہ سے استخارہ نہیں کر لیا اور مجھے اس حدیث کی صحت کا یقین نہیں ہو گیا''۔

امام بخاریؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ما أدخلت فی کتابی الجامع الا ما صح (٤)

''میں نے اپنی کتاب 'الجامع' میں صرف صحیح احادیث ہی بیان کی ہیں''۔

امام مسلمؒ اپنی کتاب صحیح مسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

لیس کل شیء عندی صحیح وضعته هاهنا انما وضعت هاهنا ما أجمعوا علیه (٥)

''میں نے ہر صحیح حدیث اپنی کتاب میں بیان نہیں کی بلکہ میں نے اس کتاب میں ہر وہ حدیث بیان کی ہے جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے''۔

ایک اور جگہ امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

عرضت کتابی هذا (المسند) علی ابی زرعة فکل ما أشارعلی فی هذا

الکتاب أن له علة وسببا ترکته وکل ما قال انه صحیح لیس له علة فهو الذی أخرجت(٦)

''میں نے اپنی کتاب شیخ ابوزرعہؒ پر پیش کی تو انہوں نے میری اس کتاب میں جس حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اس میں کوئی ضعف کا سبب یا علت ہے تو میں نے اس حدیث کو چھوڑ دیا اور جس کے بارے میں بھی انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے تو اس کو میں نے اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے''۔

امام مسلمؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

انما اخرجت هذا الکتاب و قلت هو صحاح و لم اقل ان ما لم اخرجه من الحدیث فی هذا الکتاب ضعیف ولکن انما أخرجت هذا من الحدیث الصحیح لیکون مجموعا عندی وعند من یکتبه عنی ولا یرتاب فی صحتها(٧)

''میں نے تو اس کتاب کو لکھا ہے اور اس کو صحیح کا نام دیا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو میں نے اپنی اس کتاب میں بیان نہیں کیا وہ ضعیف ہے' میں نے تو اس کتاب میں صحیح احادیث کا ایک حصہ بیان کیا ہے تا کہ خود میرے اور مجھ سے آگے نقل کرنے والوں کے لیے ایک صحیح احادیث کا مجموعہ تیار ہو سکے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ ہو''۔

امام ابوعبداللہ الحمیدیؒ فرماتے ہیں:

لم نجد من الائمة الماضین من أفصح لنا فی جمیع ما جمعه بالصحة الا هذین الامامین(٨)

''ہم نے پچھلے ائمہ میں سے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے علاوہ کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جس نے یہ وضاحت کی ہو کہ اس کی تمام جمع کردہ روایات صحیح ہیں''۔

کیا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے؟

بعض محدثین کا یہ دعویٰ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ امام ابن صلاحؒ لکھتے ہیں:

جمیع ما حکم مسلم بصحته من هذا الکتاب فهو مقطوع بصحته والعلم النظری حاصل بصحته فی نفس الأمر وهکذا ما حکم البخاری

بصحته فی کتابه و ذلك لأن الأمة تلقت ذلك بالقبول سوی من لا یعتد بخلافه و وفاقه فی الجماع(۹)

''وہ تمام احادیث جن کو امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں صحیح کہا ہے' ان کی صحت قطعی ہے اور اُن سے حقیقت میں علم نظری حاصل ہوتا ہے' اسی طرح کا معاملہ ان احادیث کا بھی ہے جن کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں صحیح کہا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اُمت کے نزدیک ان کتابوں کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہے سوائے ان افراد کے جن کے اختلاف یا اتفاق سے اس اجماع کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا''۔

الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائینیؒ نے بھی اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ صحیحین کی تمام روایات صحیح ہیں اور ان سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائینی فانه قال: اهل الصنعة مجمعون علی ان الاخبار التی اشتمل علیها الصحیحان مقطوع بها عن صاحب الشرع وان حصل الخلاف فی بعضها فذلك خلاف فی طرقها ورواتها(۱۰)

''استاذ ابو اسحاق اسفرائینیؒ نے کہا: اہل فن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیحین میں جو احادیث موجود ہیں وہ قطعیت کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں' اگر ان میں موجود بعض روایات میں اختلاف ہے تو یہ ان احادیث کے طرق اور راویوں کے بارے میں اختلاف ہے''۔

امام الحرمین امام جوینیؒ فرماتے ہیں:

لو حلف انسان بطلاق امراته ان مافی کتاب البخاری ومسلم مما حکما بصحته من قول النبی ﷺ لما الزمته الطلاق ولا حنثته لاجماع المسلمین علی صحتهما(۱۱)

''اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھالے کہ اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم کی تمام روایات صحیح نہ ہوں اور اللہ کے رسول کے اقوال نہ ہوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے' تو ایسی صورت میں اس کی بیوی کو نہ تو طلاق ہوگی اور نہ وہ شخص حانث ہوگا' کیونکہ مسلمانوں کا صحیح بخاری وصحیح مسلم کی صحت پر اجماع ہے''۔

امام ابو نصر السجزیؒ فرماتے ہیں:

اجمع اهل العلم الفقهاء وغیرهم ان رجلا لو حلف الطلاق ان جمیع ما

فی کتاب البخاری مما روی عن النبیﷺ قد صح عنه و رسول اللہ ﷺ قالہ لا شک فیہ أنہ لا یحنث و المرأۃ بحالھا فی حبالتہ(۱۲)

''تمام اہل علم فقہاء اوران کے علاوہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات پر حلف اٹھالے کہ جو کچھ صحیح بخاری میں اللہ کے رسول ﷺ سے مروی روایات موجود ہیں اگر وہ آپؐ سے صحت کے ساتھ ثابت نہ ہوں کہ وہ آپؐ کے ہی اقوال ہیں: تو اس کی بیوی کو طلاق ہو' تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسا شخص حانث نہ ہوگا اور عورت اس کے عقد میں باقی رہے گی''۔

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں:

وجاء محمد بن اسماعیل البخاری امام المحدثین فی عصرہ فخرج احادیث السنۃ علی أبوابھا فی مسندہ الصحیح بجمیع الطرق التی للحجازیین و العراقیین و الشامیین و اعتمدوا منھا ما أجمعوا علیہ دون مااختلفوا فیہ... ثم جاء الامام مسلم بن الحجاج القشیری فألف مسندہ الصحیح حذا فی حذو البخاری فی نقل المجمع علیہ(۱۳)

''اس کے بعد امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاریؒ اپنے زمانے میں سامنے آئے۔ انہوں نے اپنی صحیح مسند میں احادیث کو ابواب کی ترتیب پر بیان کیا اور اپنی کتاب میں حجازیوں' عراقیوں اور شامیوں کے ان طرق سے احادیث کو نقل کیا جن پر ان کا اجماع تھا اور جن طرق میں اختلاف تھا ان کو نہ لیا... پھر امام مسلم بن حجاج القشیریؒ آئے۔ انہوں نے صحیح مسند میں امام بخاریؒ کے طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے صرف انہی احادیث کو بیان کیا جن کی صحت پر اجماع تھا''۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

فقد اجمع اھل ھذا الشان علی أن احادیث الصحیحین أو أحدھما کلھا من المعلوم صدقہ بالقبول المجمع علی ثبوتہ وعند ھذہ الاجماعات تندفع کل شبھۃ و نزول کل تشکیک(۱٤)

''اہل فن کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی تمام احادیث کا صحیح ہونا اُمت میں ان کتابوں کے 'تلقی بالقبول' سے ثابت ہے اور اس 'تلقی بالقبول' کے ثابت ہونے پر اجماع ہے۔ اور اس قسم کے اجماعات سے ہر قسم کا شبہ رفع

ہوجاتا ہے اور شک دُور ہو جاتا ہے''۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی صحیحین کی صحت پر اجماع نقل کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع و أنهما متواتران الى مصنفيهما و أنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين(۱۵)

''جہاں تک صحیحین کا معاملہ ہے تو محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جو بھی متصل مرفوع احادیث صحیحین میں موجود ہیں وہ قطعاً صحیح ہیں اور ان دونوں کتابوں کی سند اپنے مصنفین تک متواتر ہے' اور جو کوئی بھی ان کتابوں کی قدر و قیمت کم کرنا چاہتا ہے وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کے راستے پر نہیں ہے''۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع و انهما متواتران الى مصنفيهما و أنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين(۱۶)

''جہاں تک صحیحین کا معاملہ ہے تو محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو بھی متصل مرفوع احادیث موجود ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں' اور جو کوئی بھی ان دونوں کتابوں کا درجہ کم کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کے راستے پر نہیں ہے''۔

معروف دیوبندی عالم مولانا سرفراز صفدر خاں صاحب لکھتے ہیں:

''بخاری و مسلم کی جملہ روایات کے صحیح ہونے پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اگر صحیحین کی 'معنعن' حدیثیں صحیح نہیں تو اُمت کا اتفاق اور اجماع کس چیز پر واقع ہوا ہے جبکہ راوی بھی سب ثقہ ہیں؟''(۱۷)

پس معلوم ہوا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جمیع روایات کی صحت پر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے اور یہ اتفاق ایسا ہی ہے جیسا کسی اجتہادی مسئلے میں فقہاء کا اتفاق ہوتا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف میں محدثین کا اجماع معتبر ہوگا اور اس میں کسی فقیہہ کی مخالفت سے اجماع کا دعویٰ متاثر نہ ہوگا' جس طرح کسی فقہی مسئلے میں اصل اعتبار فقہاء کے اتفاق کا ہوگا اور کسی محدث کے اختلاف سے اجماع ختم نہیں ہوگا' کیونکہ ہر فن میں اہل فن ہی کا اتفاق و اجماع

معتبر ہوتا ہے۔

کیا صحیحین کی بعض روایات پر ائمۂ سلف کی طرف سے تنقید ہوئی ہے؟

صحیحین کی اکثر و بیشتر روایات وہ ہیں جن کی صحت پر ائمۂ سلف میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ ہاں چندایک مقامات ایسے ہیں جن پر بعض محدثین نے نقد کی ہے۔ امام ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

أن ما انفرد به البخاری أو مسلم مندرج فی قبیل ما یقطع بصحته لتلقی الأمة کل واحد من کتابیهما بالقبول ... سوی أحرف یسیرة تکلم علیها بعض أهل النقد من الحفاظ کالدارقطنی وغیره و هی معروفة عند أهل هذا الشأن(۱۸)

''جس حدیث کو بھی امام بخاریؒ یا امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے وہ قطعاً صحیح ہے' کیونکہ اُمت میں ان دونوں ائمہ کی کتب کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہے...سوائے چند کلمات کے جن پر بعض حفاظ مثلاً امام دارقطنیؒ وغیرہ نے کلام کیا ہے اور یہ مقامات اہل فن کے ہاں معروف ہیں''۔

امام عراقیؒ کے نزدیک صحیح بخاری و صحیح مسلم کے وہ مقامات جن پر تنقید ہوئی ہے' وہ تھوڑے نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ حافظ زین الدین عراقیؒ فرماتے ہیں:

أن ما استثناه من المواضع الیسیرة قد أجاب عنها العلماء أجوبة ومع ذلك فلیست بیسیرة بل هی مواضع کثیرة و قد جمعتها فی تصنیف مع الجواب عنها(۱۹)

''امام ابن صلاحؒ نے 'تلقی بالقبول' سے جن چند مقامات کو مستثنیٰ قرار دیا ہے ان کا بھی علماء نے (صحیح بخاری و صحیح مسلم کا دفاع کرتے ہوئے) جواب دیا ہے اور یہ مقامات تھوڑے نہیں بلکہ زیادہ ہیں' میں نے ان تمام مقامات کو جمع کر کے ان کا جواب بھی دیا ہے''۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک صحیحین کی جن روایات پر بعض محدثین نے نقد کی ہے ان میں سے صرف بیس روایات ایسی ہیں جن پر کلام کی گنجائش تھی۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

قد نظر أئمة هذا الفن فی کتابیهما و وافقوهما علی تصحیح ما صححاه

الا مواضع یسیرة نحو عشرین حدیثا غالبها فی مسلم(۲۰)

''فن حدیث کے علماء نے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کتابوں کی احادیث کی صحت پر ان حضرات کی تصحیح سے اتفاق کیا ہے' سوائے چند ایک مقامات کے' جو تقریباً بیس کے قریب احادیث ہیں اور ان میں سے بھی اکثر صحیح مسلم میں ہیں''۔

امام علی بن مدینیؒ' امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہم کے نزدیک صحیح بخاری میں صرف چار روایات معلول تھیں۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

لما صنف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی ابن المدینی و أحمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و غیرهم فاستحسنوه و شهدوا له بالصحة الا اربعة أحادیث(۲۱)

''جب امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' مکمل کر لی تو انہوں نے اس کتاب کو امام علی بن مدینیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ پر پیش کیا تو انہوں نے اس کتاب کو عمدہ کتاب قرار دیا اور سوائے چار احادیث کے باقی تمام روایات کی صحت کی گواہی دی''۔

امام دار قطنیؒ وغیرہم نے صحیحین کے تقریباً دو سو مقامات پر بعض اعتراضات وارد کیے ہیں۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قد استدرك جماعة علی البخاری و مسلم أحادیث أخلا بشرطهما فیها و نزلت عن درجة ما التزماه ... و قد ألف الامام الحافظ أبو الحسن علی بن عمر الدارقطنی فی بیان ذلك کتابه المسمی بالاستدراکات والتتبع و ذلك فی مائتی حدیث مما فی الکتابین(۲۲)

''محدثین کی ایک جماعت نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض ان روایات کو جمع کیا ہے جن میں دونوں اماموں نے اپنی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا اور ایسی روایات بھی اپنی کتب میں نقل کر دیں جو باعتبار صحت صحیحین کی عام روایات سے درجے میں کم ہیں...... حافظ علی بن عمر الدار قطنیؒ نے اس موضوع پر 'الاستدراکات والتتبع' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے' جس میں انہوں نے صحیحین کی ایسی دو سو روایات کو جمع کیا ہے''۔

علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک صحیح بخاری کے ایک سو دس مقامات ایسے ہیں جن پر امام الدار قطنیؒ وغیرہ نے نقد کی ہے۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وعدّة ما اجتمع لنا من ذلك مما في كتاب البخاري وان شاركه مسلم في بعضه مائة و عشرة أحاديث منها ما وافقه مسلم على تخريجه وهو اثنان وثلاثون حديثا ومنها ما انفرد بتخريجه وهو ثمانية وسبعون حديثا(۲۳)

''اور صحیح بخاری میں 'متکلم فیه' روایات کی تعداد ایک سو دس ہے جن میں سے بتیس روایات ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں اور اٹھہتر روایات ایسی ہیں جو صرف صحیح بخاری میں ہیں''۔

اوپر کی بحث سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ علماء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے منتقد مقامات کم ہیں یا زیادہ۔ ہمارے خیال میں یہ اختلاف لفظی ہے۔ جن محدثین نے صحیحین کے منتقد مقامات کو بذاتہ دیکھا' جیسا کہ امام عراقی وغیرہ' تو انہوں نے ان کو 'مواضع کثیرۃ' قرار دیا' اور جن ائمہ نے متکلم فیہ مقامات کو صحیحین کی غیر متکلم فیہ روایات کی نسبت سے دیکھا تو انہوں نے ان مقامات کو 'مواضع یسیرۃ' قرار دیا' جیسا کہ امام ابن صلاحؒ وغیرہ کی رائے ہے۔

امام نوویؒ کے نزدیک صحیحین کی تقریباً ساڑھے بارہ ہزار روایات میں دو سو احادیث ایسی ہیں جن پر تنقید ہوئی ہے اور امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق صحیحین کی تقریباً بیس روایات ایسی ہیں جن پر نقدِ صحیح ہوئی ہے اور ان میں سے بھی اکثر روایات صحیح مسلم کی ہیں۔ لہٰذا اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ صحیحین کی کتنی احادیث یا مقامات پر نقد ہوئی' تو یہ احادیث یا مقامات 'مواضع کثیرۃ' معلوم ہوتے ہیں' اور اگر ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے کہ ایسی کتنی احادیث ہیں جن پر نقد صحیح (valid criticism) ہوئی ہے تو یہ روایات 'مواضع یسیرۃ' معلوم ہوں گی۔

صحیحین کی منتقد احادیث کا درجہ کیا ہے؟

صحیحین پر امام الدار قطنیؒ' ابو مسعود الدمشقیؒ اور ابو علی الغسانیؒ وغیرہم کی تنقید سے ان کتب کا رتبہ بہت بڑھ گیا ہے' کیونکہ صحیحین پر جلیل القدر ائمہ محدثین کی تنقید کے بعد ان مقامات اور روایات کی وضاحت ہوگئی جن میں کوئی علت پائی جاتی تھی یا کسی علت کے پائے جانے کا امکان تھا۔ صحیحین کے اوپر ہونے والی اس تنقید کا جواب امام نوویؒ نے شرح مسلم' امام ابن حجرؒ نے شرح بخاری اور اس کے علاوہ بہت سے علماء نے مستقل کتابوں میں دیا ہے۔ صحیحین

پر ہونے والی اس تمام نقد اور اس کے جواب کے بعد ان دونوں کتب میں وہ مقامات متعین ہو گئے جن میں کوئی علل پائی جاتی ہیں اور ان علل کے درجہ کا تعین بھی ہو گیا ہے کہ وہ علل قادحہ ہیں یا نہیں ہیں۔ اب عصر حاضر میں کسی بھی عالم کے لیے یہ گنجائش باقی نہیں رہی کہ وہ صحیحین کی کسی ایسی روایت پر کلام کرے جس پر سلف نے کلام نہ کیا ہو' کیونکہ امام الدارقطنیؒ وغیرہ کے کلام سے یہ متعین ہو گیا کہ صحیحین میں صرف یہ یہ مقامات ایسے ہیں جن میں کلام کی گنجائش موجود ہے۔ اب اگر کوئی شخص امام الدارقطنیؒ یا ائمہ سلف میں سے کسی اور محدث کی بیان کردہ تحقیقات کی روشنی میں صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی کسی حدیث پر نقد کرتا ہے تو اس کی یہ تنقید صحیحین پر کوئی مستقل بالذات تنقید شمار نہ ہوگی اور ایسی تنقید کا ائمہ سلف ہی میں سے بہت سے ائمہ نے کافی و شافی جواب دے دیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص صحیحین کی کسی ایسی روایت پر تنقید کرتا ہے جس پر ائمہ سلف میں سے کسی نے بھی کلام نہ کیا ہو تو ایسا شخص اجماع محدثین کی مخالفت کر رہا ہے' کیونکہ جن روایات پر محدثین نے تنقید نہیں کی تو اس سے یہ طے ہو گیا کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں' لہٰذا ان روایات پر کلام کرنا جمیع محدثین کے دعوائے صحت کو چیلنج کرنا ہے اور ایسا دعویٰ ہی مردود ہے' چہ جائیکہ اس کی تحقیق کی جائے۔

اب اس مسئلے کی طرف آتے ہیں کہ محدثین مثلاً امام الدارقطنیؒ وغیرہ نے صحیحین کی روایات پر جو کلام کیا ہے کیا اس سے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی روایات کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے؟ امام نوویؒ کے نزدیک امام الدارقطنیؒ وغیرہ نے صحیحین کی بعض روایات پر جن اصولوں کی روشنی میں کلام کیا ہے وہ اصول جمہور محدثین اور فقہاء کے ہاں قابل قبول نہیں ہیں۔ امام نوویؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

> ما ضعف من أحاديثهما مبنى على علل ليست بقادحة[٢٤]
>
> ''صحیحین کی جن احادیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے وہ ایسی علل پر مبنی ہیں جو کہ 'علل قادحۃ' نہیں ہیں''۔

ایک اور جگہ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

> وذلك الطعن الذى ذكره فاسد مبنى على قواعد لبعض المحدثين ضعيفة جدا مخالفة لما عليه الجمهور من أهل الفقه و الأصول وغيرهم[٢٥]

''امام الدارقطنیؒ وغیرہ نے صحیحین کی احادیث پر جو طعن کیا ہے وہ بعض محدثین کے ایسے قواعد پر مبنی ہے جو بہت ہی ضعیف ہیں اور ان قواعد کے مخالف ہیں جن کو جمہور فقہاء اور اصولیین وغیرہ نے بیان کیا ہے''۔

امام خطیب بغدادیؒ کے نزدیک صحیح بخاری و صحیح مسلم کے جن رواۃ پر بعض دوسرے محدثین کی طرف سے جرح ہوئی ہے وہ ایسی جرح نہیں ہے جو موجبِ طعن ہو۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:

ما احتج البخاری و مسلم و أبوداؤد به من جماعة علم الطعن فیهم من غیرهم محمول علی أنه لم یثبت الطعن المؤثر مفسر السبب(۲۶)

''جن رواۃ سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی کتابوں میں حدیث لی ہے ان میں سے بعض پر ان کے علاوہ محدثینؒ کی طرف سے جو جرح ہوئی ہے اس سے ان رواۃ پر کوئی ایسا مؤثر طعن ثابت نہیں ہوتا جو کہ سببِ طعن کی وضاحت کرنے والا بھی ہو''۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک صحیح بخاری کی منتقد احادیث بھی کئی فوائد کی حامل ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فانه أبعد الکتابین عن الانتقاد... و فی الجملة من نقد سبعة آلاف درهم فلم یبرج فیها الا دراهم یسیرة و مع هذا فهی مغیرة لیست مغشوشة محضة فهذا امام فی صنعته(۲۷)

''صحیح بخاری دونوں کتابوں (یعنی صحیحین) میں سے تنقید سے زیادہ دور ہے......اور من جملہ جو شخص سات ہزار دراہم کی جانچ پڑتال کرتا ہے وہ ان میں چند (پرانے) دراہم کے علاوہ کسی چیز کی ملاوٹ نہیں کرتا اس لیے یہ روایات اگرچہ تبدیل شدہ ہیں لیکن وہ محض کھوٹے سکوں کی مانند نہیں ہیں (بلکہ فائدہ مند ہیں)' کیونکہ امام بخاریؒ اس فن کے امام تھے''۔

امام ابواسحاق اسفرائینیؒ کے نزدیک صحیحین کی روایات پر ہونے والی نقد سے اس کی کسی روایت کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ امام سخاویؒ امام ابواسحاق اسفرائینیؒ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

أهل الصنعة مجمعون علی أن الأخبار التی اشتمل علیها الصحیحان مقطوع بصحته أصولها ومتونها لا یحصل الخلاف فیها بحال وان

حصل فذاك اختلاف في طرقها ورواتها قال فمن خالف حكمه خبرا منها و ليس له تأويل سائغ للخبر نقضنا حكمه لأن هذه الأخبار تلقتها الأمة بالقبول(۲۸)

''اہل فن کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیحین کی تمام احادیث کی اسناد اور متون قطعی طور پر صحیح ہیں اور ان میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اگر کہیں کوئی اختلاف ہے تو وہ اس کے طرق اور راویوں کا اختلاف ہے۔ پس جس عالم کا کوئی حکم صحیحین کی احادیث کے مخالف ہوا اور اس حکم کی کوئی ایسی تاویل نہ ہو جو اس خبر کو شامل ہو سکے' تو ہم ایسے حکم کو ردّ کر دیں گے' کیونکہ صحیحین کی روایات کو اُمت میں 'تلقی بالقبول' حاصل ہے''۔

صاحب تنقیح الانظار شیخ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ کے نزدیک صحیحین کی احادیث پر کلام سے ان کی روایات نہ تو ضعیف ہوئی ہیں اور نہ ہی اس سے ضعف لازم آتا ہے۔ شیخ صاحبؒ فرماتے ہیں:

اعلم أن المختلف فيه من حديثهما هو اليسير و ليس في ذلك اليسير ما هو مردود بطريق قطعية و لا اجماعية بل غاية ما فيه أنه لم ينعقد عليه الاجماع وأنه لا يتعرض على من عمل به و لا على من توقف في صحته و ليس الاختلاف يدل على الضعف و لا يستلزمه(۲۹)

''یہ بات اچھی طرح جان لو کہ صحیحین کی بہت کم روایات (کی صحت وضعف) کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے اور یہ مختلف فیہ روایات بھی قطعیت کے ساتھ یا اجماعاً مردود نہیں ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ (ان روایات پر کلام سے) یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان روایات کی صحت پر محدثین کا اجماع نہیں ہے' لہٰذا نہ اس کے پیچھے پڑا جائے گا جو ان پر عمل کرتا ہے اور نہ اس سے تعرض ہو گا جو ان کی صحت میں توقف کرتا ہے۔ اور محدثین کے اس قسم کے اختلاف سے نہ ہی کوئی روایت ضعیف ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا ضعف لازم آتا ہے''۔

امام شوکانیؒ کے نزدیک اب کسی بھی عالم کے لیے صحیحین کی کسی سند پر کلام کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

و قد دفع أكابر الأمة من تعرض للكلام على شيء مما فيهما وردوه أبلغ رد وبينوا صحته أكمل بيان فالكلام لي أسناده بعد هذا لا يأتي بفائدة

يعتد بها فكل رواته قد جاوز القنطرة وارتفع عنهم القيل و القال و صاروا أكبر من أن يتكلم فيهم بكلام(۳۰)

''اُمت کے اکابر علماء نے ان تمام شبہات کا جواب دیا ہے جو کہ صحیحین پر کیے گئے تھے اوران تمام اعتراضات کا اچھی طرح ردّ کرتے ہوئے ان دونوں کتابوں کی صحت کو خوب واضح کر دیا ہے۔اس (تنقید وتنقیح) کے بعداب میرا صحیحین کی کسی سند پر کلام کرنا بے فائدہ ہے۔صحیحین کے تمام راوی پل پار کر چکے ہیں اوران کے بارے میں قیل وقال کی گنجائش ختم ہوگئی ہےاور وہ اس مرتبے سے بالاتر ہو چکے ہیں کہ ان کی ذات میں کسی قسم کا کلام کیا جائے''۔

ایک اور جگہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

فقد أجمع أهل هذا الشأن على أن أحاديث الصحيحين أو أحدهما كلها من المعلوم صدقه بالقبول المجمع على ثبوته وعند هذه الاجماعات تندفع كل شبهة و نزول كل تشكيك(۳۱)

''پس اہل فن کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کتاب کی تمام احادیث کی صحت اس 'تلقی بالقبول' سے معلوم ہے جو کہ اجماع سے ثابت ہے اور اس قسم کے اجماعات سے ہر قسم کا شبہ رفع ہو جاتا ہےاور ہر قسم کا شک دُور ہو جاتا ہے''۔

جیسا کہ ہم اس مضمون کے شروع میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کا اپنی صحیحین کے بارے میں دعویٰ یہ ہے کہ ان میں موجود تمام روایات محدثین کے وضع کردہ اصول حدیث کی روشنی میں صحیح حدیث کے معیار پر پوری اترتی ہیں'لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں کوئی روایت ضعیف ہےتو وہ دراصل امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کی تحقیق کو چیلنج کر رہا ہے'اور اگر تو ایسا ناقد امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کے پائے کا محدث نہیں ہے' جیسا کہ عصر حاضر کے ان متجددین کا معاملہ ہے جن کا ذکر اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے' تو اس کی صحیح بخاری وصحیح مسلم پر یہ تنقید مردود ہوگی۔علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

من انتقد عليهما يكون قوله معارضا لتصحيحهما و لا ريب فى تقديمهما فى ذلك على غيرها فيندفع الاعتراض من حيث الجملة(۳۲)

''جس نے بھی صحیح بخاری وصحیح مسلم پر تنقید کی اس کا قول امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کی تصحیح کے معارض ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ اس مسئلے میں باقی

محدثین پر مقدم ہیں۔ اس لیے من جملہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث پر تمام اعتراضات دُور ہو جاتے ہیں''۔

الشیخ احمد شاکر کے نزدیک امام الدار قطنیؒ وغیرہم نے صحیحین پر جو نقد کی ہے وہ اس اعتبار سے نہیں ہے کہ صحیحین کی روایات اس سے ضعیف قرار پائیں' بلکہ ان محدثین نے صحیحین پر اپنے نقد میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اپنی کتب میں بعض روایات میں صحت حدیث کے اس اعلیٰ درجے کا التزام نہیں کیا ہے جس کو انہوں نے عام طور پر صحیحین میں بطورِ معیار اختیار کیا ہے۔ الشیخ احمد شاکر لکھتے ہیں:

الحق الذی لا مریة فیه عند اهل العلم بالحدیث من المحققین' وممن اهتدی بهدیهم وتبعهم علی بصیرة من الأمر: أن أحادیث الصحیحین صحیحة کلها' لیس فی واحد منها مطعن أو ضعف' وانما انتقد الدارقطنی وغیره من الحفاظ بعض الأحادیث' علی معنی أن ما انتقدوه لم یبلغ فی الصحة الدرجة العلیا التی التزمها کل واحد منهم فی کتابه' وأما صحة الحدیث فی نفسه فلم یخالف أحد فیها فلا یهولنك ارجاف المرجفین وزعم الزاعمین أن فی الصحیحین أحادیث غیر صحیحة (۳۳)

''اس مسئلے میں حق بات کہ جس میں محققین' محدثین اور بصیرت کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں کے نزدیک کوئی شک نہیں ہے' یہ ہے کہ صحیحین کی تمام روایات صحیح ہیں۔ ان میں کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ہے جو کہ قابل طعن یا ضعیف ہو۔ اور امام الدار قطنیؒ وغیرہ نے جو بعض احادیث پر کلام کیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ (یعنی منتقد احادیث) صحت کے اس اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچتیں جس کا التزام شیخین نے اپنی کتب کی ہر روایت میں کیا ہے۔ جہاں تک فی نفسہٖ کسی حدیث کی صحت کا معاملہ ہے تو اس میں کسی ایک عالم کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ پس تمہیں افواہیں اڑانے والوں کا پروپیگنڈا اور گمان کرنے والوں کا گمان ذرا نہ دے کہ صحیحین میں کچھ روایات ایسی بھی ہیں جو کہ غیر صحیح ہیں''۔

جو بات الشیخ احمد شاکر فرما رہے ہیں وہی بات امام نوویؒ نے بھی ایک جگہ لکھی ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قد استدرك جماعة علی البخاری و مسلم أحادیث أخلا بشرطهما فیها

ونزلت عن درجة ما التزماه .. وقد ألف الامام الحافظ أبو الحسن علی ابن عمر الدارقطنی فی بیان ذلك كتابه المسمی بالاستدراكات والتتبع وذلك فی مائتی حدیث مما فی الكتابین(٣٤)

''محدثین کی ایک جماعت نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض ان روایات کو جمع کیا ہے جن میں دونوں اماموں نے اپنی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا اور ایسی روایات بھی اپنی کتب میں نقل کر دیں جو باعتبار صحت صحیحین کی عام روایات سے درجے میں کم ہیں۔۔۔ حافظ علی بن عمر الدارقطنیؒ نے اس موضوع پر 'الاستدراکات والتتبع' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے صحیحین کی ایسی دو سو روایات کو جمع کیا ہے''۔

اس بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ صحیحین کی روایات پر ائمہ سلف نے جو تنقید کی ہے وہ اکثر و بیشتر اس درجے کی نقد نہیں ہے جس سے صحیحین کی کسی روایت کا ضعیف ہونا لازم آئے۔ اس لیے اس کلام کے بعد بھی صحیحین کی تمام روایات صحیح ہیں' اگرچہ صحیحین کی منتقد روایات کا درجہ ان روایات سے کم ہے جن پر محدثین کی طرف سے کوئی کلام نہیں ہوا۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ترجیحات کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بنا لیا جائے کہ اگر صحیحین کی دو روایات باہم معارض ہوں تو غیر منتقد روایت کو منتقد روایت پر ترجیح دی جائے گی' لیکن اس ترجیح کے بعد بھی ہم منتقد روایت کو صحیح ہی کہیں گے جیسے کہ منسوخ روایت صحیح ہوتی ہے۔ بعض متجددین کو صحیحین کی بعض روایات میں جو اشکال پیدا ہوتے ہیں اگر وہ ان کے حل کے لیے صحیحین کو ضعیف قرار دینے کی تحریک چلانے کی بجائے ان احادیث کی مناسب تاویلات کا راستہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ لازماً ان کے شکوک وشبہات کو رفع فرما دیتے اور آج صحیح بخاری و صحیح مسلم نااہل مفکرین و نام نہاد محققین کے ہاتھوں کھیل تماشا نہ بن جاتیں۔

صحیحین کی احادیث کی صحت قطعی ہے یا ظنی؟

امام ابن صلاحؒ (متوفی ٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

وهذا القسم جميعه مقطوع بصحته(٣٥)

''اس قسم (یعنی صحیحین) کی تمام روایات قطعاً صحیح ہیں''۔

امام ابن صلاحؒ سے پہلے یہ موقف حافظ محمد بن طاہر المقدسیؒ اور ابو النصر عبد الرحیم بن عبد الخالقؒ نے پیش کیا تھا۔ امام حافظ عراقیؒ (متوفی ٨٠٦ھ) لکھتے ہیں:

قد سبقه اليه الحافظ ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسی وابو النصر عبدالرحيم بن عبد الخالق بن يوسف فقالا أنه مقطوع به(۳۶)

''یہ موقف حافظ ابو طاہر المقدسی اور ابونصر عبدالرحیم بن عبدالخالق نے امام ابن صلاحؒ سے پہلے بیان کیا ہے۔ان دونوں کا کہنا یہ ہے کہ صحیحین کی روایات قطعی طور پر صحیح ہیں''۔

شیخ عز الدین بن عبدالسلام اور امام نوویؒ نے حافظ ابن صلاحؒ کے اس موقف پر تنقید کی ہے۔حافظ عراقیؒ لکھتے ہیں:

وقد عاب الشيخ عز الدين بن عبد السلام علي ابن الصلاح هذا... وقال الشيخ محی الدين النووی فی التقريب و التيسير خالف ابن الصلاح المحققون و الأكثرون فقالوا يفيد الظن مالم يتواتر(۳۷)

''شیخ عز الدین بن عبدالسلامؒ نے ابن صلاحؒ کے اس موقف پر نقد کی ہے۔ اور امام نوویؒ نے 'تقریب' اور 'تیسیر' میں کہا ہے کہ ابن صلاحؒ کا موقف محققین اور جمہور علماء کے خلاف ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ صحیحین کی روایات اس وقت تک ظن کا فائدہ دیتی ہیں جب تک کہ متواتر نہ ہوں''۔

امام نوویؒ نے دو دعوے کیے ہیں۔ایک یہ کہ جمہور اور محققین محدثین کا موقف یہ ہے کہ صحیحین کی روایات کی صحت قطعی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔امام نوویؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ جمہور یا محققین کا قول ہے۔علامہ ابن حجرؒ امام نوویؒ کے تعاقب میں فرماتے ہیں:

فقول الشيخ محی الدين النووی خالف ابن صلاح المحققون و الأكثرون غير متجه بل تعقبه شيخنا شيخ الاسلام فی محاسن الاصطلاح فقال هذا ممنوع فقد نقل المتأخرين عن جمع من الشافعية والحنفية و المالكية والحنابلة أنهم يقطعون بصحة الحديث الذی تلقته الأمة بالقبول(۳۸)

''امام نوویؒ کا یہ قول کہ ابن صلاحؒ کا موقف جمہور اور محققین محدثین کے خلاف ہے' صحیح نہیں ہے۔بلکہ ہمارے شیخ 'شیخ الاسلام' نے 'محاسن الاصطلاح' میں لکھا ہے کہ امام نوویؒ کی بات غلط ہے۔ہمارے شیخ نے متأخرین شافعیہ' حنفیہ' مالکیہ اور حنابلہ کی ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ ایسی حدیث کی صحت کو قطعی مانتے ہیں جس کو اُمت میں

'تلقی بالقبول' حاصل ہو''۔

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فان جميع أهل العلم بالحديث يجزمون بصحة جمهور أحاديث الكتابين و سائر الناس تبع لهم في معرفة الحديث فاجماع أهل العلم بالحديث على أن هذا الخبر صدق كاجماع الفقهاء على أن هذا الفعل حلال أو حرام أو واجب واذا أجمع أهل العلم على شيء فسائر الناس تبع لهم فاجماعهم معصوم لا يجوز أن يجمعوا على خطأ(۳۹)

''تمام محدثین صحیحین کی اکثر احادیث کو قطعاً صحیح کہتے ہیں اور عوام الناس حدیث کے علم میں محدثین کے متبعین ہیں' پس محدثین کا کسی خبر کے صدق پر اجماع ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہاء کا کسی فعل پر اجماع ہو کہ یہ حلال' حرام یا واجب ہے۔ اور جب اہل علم کا کسی چیز پر اجماع ہو جائے تو تمام عوام الناس اس اجماع میں علماء کے تابع ہوتے ہیں (پس علماء کا اجماع پوری اُمت کے اجماع کے قائم مقام ہے)۔ پس اُمت اپنے اجماع میں معصوم ہے' پوری اُمت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خطا پر اکٹھی ہو''۔

امام نوویؒ کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ صرف خبر متواتر سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ امام نوویؒ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن حجرؒ امام نوویؒ کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

أما قول الشيخ محي الدين نووى 'لا يفيد العلم الا أن تواتر' فمنقوص باشياء: احدها الخبر المحتف بالقرائن يفيد العلم النظرى وممن صرح به امام الحرمين و الغزالي و السيف الآمدى و ابن الحاجب ومن تبعهم' ثانيها الخبر المستفيض الوارد من وجوه كثيرة لا مطعن فيها يفيد العلم النظرى للمتبحر في هذا الشأن وممن ذهب الى هذا الأستاذ أبواسحاق الاسفرائيني والاستاذ أبو منصور التميمي والأستاذ أبو بكر بن فورك... وثالثها ما قدمنا نقله عن الائمة في الخبر اذا تلقته الأمة بالقبول و لا شك أن اجماع الأمة على القول بصحة الخبر أقوى من افادة العلم من القرائن المحتفة و من مجرد كثرة الطرق(۴۰)

''جہاں تک امام نوویؒ کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ تواتر کے بغیر خبر سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا' تو یہ دعویٰ چند وجوہات کی وجہ سے ناقص دعویٰ ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایسی

خبر واحد جس کا قرائن نے احاطہ کیا ہو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے' جیسا کہ امام الحرمینؒ ' امام غزالیؒ' علامہ آمدیؒ اور ابن الحاجبؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسی خبر مستفیض جو کئی طرق سے مروی ہو اور اس میں کسی قسم کا طعن نہ ہو' علم حدیث کے ماہرین کو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ اس بات کو الاستاذ ابو اسحاق اسفرائینیؒ' الاستاذ ابو منصور التمیمیؒ اور الاستاذ ابوبکر بن فورکؒ نے بیان کیا ہے... تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی خبر واحد جس کو اُمت میں 'تلقی بالقبول' حاصل ہو' قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ اور کسی خبر کے صحیح ہونے پر اُمت کے اجماع سے جو علم یقین حاصل ہوتا ہے وہ روایت کے طرق کثیرہ یا قرائن محتفہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا''۔

اسی طرح امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وخبر الواحد المتلقى بالقبول يوجب العلم عند جمهور العلماء من أصحاب أبى حنيفة ومالك والشافعي وأحمد و هو قول أكثر أصحاب الأشعرى كا لأسفرائينى و ابن فورك(٤١)

''ایسی خبر واحد کہ جس کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہو' علم کا فائدہ دیتی ہے اور یہی جمہور احناف' مالکیہ' شوافع اور اصحاب احمدؒ کا قول ہے اور اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے' جیسا کہ الاستاذ اسفرائینیؒ اور ابن فورکؒ ہیں''۔

امام حافظ ابن کثیرؒ بھی امام نوویؒ کے اس موقف سے مطمئن نہیں ہیں اور لکھتے ہیں کہ بات وہی صحیح ہے جو کہ حافظ ابن صلاحؒ نے لکھی ہے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ثم حكى أن الأمة تلقت هذين الكتابين بالقبول' سوى أحرف يسيرة انتقدها بعض الحفاظ' كالدارقطنى وغيره' ثم استنبط من ذلك القطع بصحته ما فيهما من الأحاديث' لأن الأمة معصومة عن الخطأ' فما ظنت صحته ووجب عليها العمل به' لا بدو أن يكون صحيحا فى نفس الأمر' وهذا جيد وقد خالف فى هذه المسئلة الشيخ محى الدين النووى وقال: لا يستفاد قطع بالصحة من ذلك قلت: وأنا مع ابن الصلاح فيما عول عليه و أرشد اليه والله اعلم(٤٢)

''پھر ابن صلاحؒ نے ان دونوں کتابوں کے لیے 'تلقی بالقبول' کا تذکرہ کیا سوائے چند الفاظ کے کہ جن پر امام الدارقطنیؒ وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ پھر ابن صلاحؒ نے اس 'تلقی بالقبول' سے صحیحین کی احادیث کی صحت کی قطعیت پر استدلال کیا' کیونکہ اُمت خطا سے معصوم ہے۔ پس جس حدیث کو اُمت نے صحیح سمجھا اور اس پر عمل واجب ہو گیا تو ضروری ہے کہ وہ روایت حقیقت میں بھی صحیح ہو' اور امام ابن صلاحؒ کا یہ کلام عمدہ ہے۔ اور اس مسئلے میں امام نوویؒ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے قطعی صحت کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ میں (یعنی ابن کثیرؒ) یہ کہتا ہوں کہ میرا اس مسئلے میں وہی موقف ہے جو امام ابن صلاحؒ نے بیان کیا ہے''۔

امام سیوطیؒ بھی امام نوویؒ کی تنقید سے متفق نہیں ہیں' انہوں نے بھی اسی موقف کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ امام ابن صلاحؒ اور امام ابن کثیرؒ کا ہے۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وقال ابن کثیر: وأنا مع ابن صلاح فیما عول علیه و أرشد الیه' قلت: وهو الذی أختاره و لا أعتقد سواه(۴۳)

''اور علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ میں اس مسئلے میں ابن صلاحؒ کے موقف پر ہوں اور میں (یعنی امام سیوطیؒ) یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی (یعنی ابن کثیرؒ کی) رائے کو پسند کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کسی رائے کو نہیں مانتا''۔

بعض محدثین نے اس بات پر اہل فن کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحیحین کی روایات کی صحت قطعی ہے۔ الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائینیؒ فرماتے ہیں:

أهل الصنعة مجمعون علی أن الأخبار التی اشتمل علیها الصحیحان مقطوع بها عن صاحب الشرع(۴۴)

''اہل فن کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین کی روایات قطعیت کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں''۔

شاہ ولی اللہؒ نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

أما الصحیحان فقد اتفقا المحدثون علی أن جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع(۴۵)

''جہاں تک صحیحین کا معاملہ ہے تو محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی تمام متصل مرفوع روایات قطعاً صحیح ہیں''۔

خلاصۂ کلام یہی ہے کہ صحیحین کی غیر منتقد روایات کی صحت قطعی ہے' کیونکہ ان کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے' اس لیے جب تک صحیحین کی بعض احادیث پر بعض ائمہ محدثین کی طرف سے کلام نہیں ہوا تھا اُس وقت تک تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ صحیحین کی اخبار کی صحت ظنی ہے' لیکن تحقیق کے بعد صحیحین کی جن اخبار میں دو پہلوؤں (یعنی سچ اور جھوٹ) میں سے ایک پہلو یعنی سچ پر محدثین کا اتفاق ہو گیا تو ان کی صحت قطعیت کے ساتھ متعین ہو گئی اور ایسی اخبار علم کا فائدہ دیتی ہیں۔ لیکن جن اخبار میں خبر کے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر سو فی صد محدثین کا اتفاق نہ ہو سکا بلکہ بعض محدثین نے ان اخبار میں بعض علل کی نشاندہی کی تو ان احادیث کی صحت ظنی رہی اور ان سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ صحیحین پر بعض ائمہ سلف کی طرف ہونے والے کلام کا سب سے بڑا فائدہ اُمت کو یہ حاصل ہوا کہ اس کلام نے صحیحین کی غیر متکلم فیہ روایات کی صحت کو قطعاً متعین کر دیا۔

☆☆☆

حواشی

(۱) شرح نخبة الفکر' علامہ ابن حجر' ص ۲۰ تا ۲۲' مؤسسة مناهل العرفان' بیروت۔
(۲) سیر اعلام النبلاء' امام ذهبی' جلد ۱۰' ص ۲۸۳' دار الفکر' بیروت۔
(۳) هدی الساری مقدمة فتح الباری' علامہ ابن حجر' ص ۳۴۷' دار نشر الکتب الاسلامیة لاهور۔
(٤) تهذیب الکمال' جلد ٦' ص ۲۳۰' مؤسسة الرسالة' بیروت۔
(٥) صحیح مسلم' کتاب الصلاة' باب التشهد فی الصلاة۔
(٦) سیر اعلام النبلاء' امام ذهبی' جلد ۱۰' ص ۳۸٤' دار الفکر بیروت۔
(۷) تهذیب الکمال' جلد ۱' ص ۱٤۸' ۱٤۹' دار الکتب العلمیة' بیروت۔
(۸) مقدمة ابن الصلاح' ص ۲٦' دار الحدیث للطباعة و النشر و التوزیع۔
(۹) صیانة صحیح مسلم' امام ابن صلاح' ص ۸٥' دار الغرب الاسلامی۔
(۱۰) النکت علی کتاب ابن الصلاح' جلد ۱' ص ۳۷۷' المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی۔
(۱۱) المنهاج شرح صحیح مسلم' امام نووی' جلد ۱' ص ۱۳٦' دار المؤید الریاض۔
(۱۲) مقدمة ابن الصلاح' حافظ ابن الصلاح' ص ۲٦' دار الحدیث بیروت۔
(۱۳) مقدمة ابن خلدون' ص ٤۹۰' دار الجیل' بیروت۔
(۱٤) قطر الولی' ص ۲۳۰۔ امام شوکانیؒ کی مذکورہ کتاب ہمیں دستیاب نہ ہو سکی' اور اس کتاب کے دو حوالہ جات جو کہ اس مضمون میں شامل ہیں' وہ مولانا غازی عزیر صاحب کے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے تصورِ حدیث پر تین جلدوں پر مشتمل ایک وقیع' علمی تنقیدی مقالے کے قلمی نسخے سے لیے گئے ہیں جو کہ ۹۹ سے ج' ماڈل

ٹاؤن لائبریری میں محفوظ ہے۔مولانا کا یہ مقالہ اگرچہ انڈیا سے شائع ہو چکا ہے لیکن ہمیں وہ مل نہ سکا اس لیے اس کا حوالہ بھی نہیں دیا جا سکا۔

(١٥) حجة الله البالغة' شاه ولی الله محدث دهلوی' جلد١' ص٢٩٧' اصح المطابع کراچی۔

(١٦) مقدمة تحفة الأحوذی' ص٤٧' دار الکتب العلمیة' بیروت۔

(١٧) احسن الکلام' مولانا محمد سرفراز صفدر خان' جلد١' ص٢٤٩' طبع سوم' اکتوبر ١٩٨٤۔

(١٨) مقدمة ابن صلاح' امام ابن صلاح' ص٢٩' دار الحدیث للطباعة و النشر و التوزیع۔

(١٩) التقیید و الایضاح' حافظ زین الدین عراقی' ص٢٩' دار الحدیث للطباعة و النشر و التوزیع۔

(٢٠) منهاج السنة' جلد٧' ص٢١٥' ادارة الثقافة و النشر بحامعة الامام محمد بن سعود۔

(٢١) هدی الساری مقدمة فتح الباری' ص٤٩١' دار نشر الکتب الاسلامیة' لاهور۔

(٢٢) مقدمة امام نووی لصحیح مسلم' ص١٤٦' دار المعرفة' بیروت۔

(٢٣) هدی الساری مقدمة فتح الباری' ص٣٤٥' دار نشر الکتب الاسلامیة' لاهور۔

(٢٤) قواعد التحدیث' شیخ جمال الدین قاسمی' ص١٩٨' دار النفاس۔

(٢٥) هدی الساری مقدمة فتح الباری' ص٣٤٦' دار نشر الکتب الاسلامیة' لاهور۔

(٢٦) مقدمة للنووی لشرح مسلم' جلد١' ص٢٥' دار الفکر' بیروت۔

(٢٧) منهاج السنة' جلد٧' ص٢١٦' ادارة الثقافة و النشر بحامعة الامام محمد بن سعود۔

(٢٨) فتح المغیث' جلد١' ١' ٥' دار الکتب العلمیة' بیروت۔

(٢٩) الروض الباسم' جلد١' ص٢٧٧' باب الاحادیث المتکلم فیها فی الصحیحین' دار عالم الفوائد للنشر و التوزیع۔

(٣٠) قطر الولی' ص٢٣٠' ٢٣١۔

(٣١) قطر الولی' ص٢٣٠۔

(٣٢) هدی الساری مقدمة فتح الباری' ص٣٤٧' دار نشر الکتب الاسلامیة' لاهور۔

(٣٣) الباعث الحثیث' الشیخ أحمد محمد شاکر' ص٤٤' ٤٥' وزارة الأوقاف و الشؤون الاسلامیة دولة قطر۔

(٣٤) مقدمة امام نووی لصحیح مسلم' ص١٤٦' دار المعرفة' بیروت۔

(٣٥) مقدمة ابن الصلاح' ص٢٨' دار الحدیث للطباعةو النشر و التوزیع۔

(٣٦) التقیید و الایضاح' حافظ زین الدین عراقی' ص٢٨' دار الحدیث للطباعةو النشر و التوزیع۔

(٣٧) التقیید و الایضاح' حافظ زین الدین عراقی' ص٢٨' ٢٩' در الحدیث للطباعةو النشر و التوزیع۔

(٣٨) النکت علی ابن صلاح' جلد١' ص٣٧٤' المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی۔

(٣٩) فتاوی ابن تیمیه' جلد١٨' ص١٧' وزارة الشؤون الاسلامیة و الأوقاف و الدعوة و الأرشاد' المملکة العربیة السعودیة۔

(٤٠) النکت علی ابن صلاح' جلد ١' ص٣٧٧' ٣٧٨' المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی۔

(٤١) فتاوی ابن تیمیہ' جلد١٨' ص ٤١' وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ و الأوقاف و الدعوۃ و الأرشاد' المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔

(٤٢) اختصار علوم الحدیث' حافظ ابن کثیر' ص ٤٤'٤٥' وزارۃ الأوقاف و الشؤون الاسلامیۃ' دولۃ قطر۔

(٤٣) تدریب الراوی' امام سیوطی' جلد١' ص ١٠٦' قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(٤٤) النکت علی کتاب ابن الصلاح' جلد١' ص ٣٧٧' المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی۔

(٤٥) حجۃ اللّٰہ البالغۃ' شاہ ولی اللّٰہ محدث دھلوی' جلد١' ص ٢٩٧' أصح المطابع کراچی۔

بقیہ: حرفِ اوّل

اُمت تک پہنچائیں اسی طرح آپؐ کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ آپ قرآنی الفاظ کے نازل شدہ معانی کی بھی لوگوں کو تعلیم دیں اور اس کے مطابق ایک عملی نمونہ صحابہؓ کے سامنے پیش کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ﴾ (النحل:)

''اور ہم نے آپ کی طرف الذکر (قرآن) کو نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے ان کی طرف نازل کیے گئے کو واضح کریں''۔

محققین علمائے اصول امام شافعی' امام شاطبی' امام ابن تیمیہ' امام ابن قیم اور امام ابن حزم ؒ کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہر حدیث کلامِ الٰہی کا بیان ہے۔ امام شافعیؒ نے ''الرسالہ'' میں' امام شاطبیؒ نے ''الموافقات'' میں اور امام ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں ہر اُس حدیث کو بھی قرآن کا بیان ثابت کیا ہے جو بظاہر قرآن کے کسی حکم کی ناسخ یا اس کے کسی حکم پر اضافہ یا اس کے کسی حکم سے معارض معلوم ہوتی ہو۔ قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ ان الفاظ سے اللہ کی کچھ مراد بھی تھی جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی سنت سے واضح کیا' لہٰذا قرآن اگر الفاظِ الٰہی ہے تو سنت ان الفاظ کا معنی ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے تو سنت مرادِ الٰہی ہے۔ قرآن ''مبین'' ہے تو سنت اس کا بیان ہے۔ قرآن ''مفسَّر'' ہے تو سنت اس کی تفسیر ہے۔ قرآن ''مشروح'' ہے تو سنت اس کی شرح ہے اور یہ بات واضح ہے کہ مشروح اور شرح میں تعارض یا ناسخ و منسوخ کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ تفسیر و توضیح اور شرح و بیان کا رشتہ ہوتا ہے' اور شرح ہمیشہ مشروح سے زائد ہی ہوتی ہے ورنہ کوئی اس کو شرح نہ کہے گا۔ لہٰذا کوئی بھی سنت جس کی نسبت اللہ کے رسولؐ کی طرف صحیح ثابت ہو جائے وہ قرآن کے کسی حکم کے معارض یا ناسخ نہیں ہوتی بلکہ وہ قرآن کا بیان ہی ہوتی ہے' لیکن بسا اوقات ہمارا فہم اتنا نہیں ہوتا کہ ہم یہ جان سکیں کہ یہ سنت قرآن کی کس آیت کا بیان ہے اور کس طرح بیان ہے۔ اسی موقف کو امام شافعی' امام شاطبی اور امام ابن قیم ؒ نے اپنی کتب میں اچھی طرح واضح کیا ہے اور سینکڑوں ایسی روایات کو قرآن کا بیان ثابت کیا ہے جو بظاہر قرآن کے کسی حکم کے معارض یا اس کی ناسخ یا اس پر اضافہ معلوم ہوتی ہیں۔